32761
217

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

میں مستفتی مسمیٰ آصف علی اپنی ازدواجی زندگی کیلیئے کوشاں رہا ایک لڑکی کے ساتھ روابط قائم ہوئے روابط میں دینی باتوں اور دینداری قائم رکھنے کی بنیاد پر ازادہ شادی کیا آخرالامر کورٹ میں نکاح کرنا طے پایا۔ کورٹ میں گواہوں کے سامنے نکاح کیا اور گواہوں کے دستخط حاصل کیئے اور اپنی بیوی کو اپنے گھر لے گیا اور کچھ گھنٹے محبت سے آپسمیں گذارے اور خلوت کی۔ بعدہ بیوی کو سسرال کے گھر پہنچایا ایک دو دن میں سسرال والے میرے گھر آئے اور تحفہ تحائف مٹھائیاں لیکر آئے۔ ویسے ہی میرے والد کے گھر سے فیملی بھی ان کے گھر گئی اور تحفہ تحائف لیئے دیئے اور اس نکاح عمل سے خوش ہوئے اور سراہا۔ دو، چار دن کے بعد لڑکی کے والد نے خلع کیلیئے کہا جبکہ میں شوہر (آصف علی) خلع سے انکار کرتا ہوں اس معاملہ کو سسرال والے زبردستی کے طور سے خلع کرانا چاہتے ہیں۔

طلب حل سوال یہ ہے کہ یہ خلع کرانا جائز ہے یا نہیں اگر کسی طرح کورٹ سے خلع کرایا گیا تو اس صورت میں شرعیہ فتویٰ کیا ہوگی۔

(بینوا و توجروا)

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۵٤/۱۵۶۶

فقط والسلام

دستخط مستفتی محمد آصف علی
(0333 3711343)

وضاحت

اس نکاح کے بعد جب لڑکی کے والد صاحب کو پتہ چلا تو انہوں نے لڑکی کو مبارکباد کا میسج کیا تھا اور لکھا تھا کہ مبارک ہو اور اس کے بعد کہا کہ باقی معاملات اچھی طرح سے طے کر لینا اور اچھی سے سوچ سمجھ کر لینا

یہ لڑکی خاندانی اعتبار سے شیخ زادی ہے، اور میں میمن برادری سے تعلق رکھتا ہوں۔ لڑکی نمازی اور پردہ دار ہے اور انٹر تک اسکی تعلیم ہے دیندار گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ میں بھی نمازی ہوں، البتہ ڈاڑھی کٹوانے کی ابھی تک ہمت نہیں ہے۔

مالی اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔ لڑکی کے والد صاحب سعودیہ میں کسی کمپنی کے انجینئر ہیں جبکہ میں سول ہسپتال میں کمپیوٹر آپریٹر ہوں

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کی رو سے اگر میمن برادری اور شیخ برادری کو عرف میں ایک دوسرے کے ہم پلہ اور برابر کی قوم سمجھا جاتا ہے اور شیخ برادری کے لوگ میمن برادری کے فرد کے نکاح میں اپنی لڑکی دینا باعثِ عار نہیں سمجھتے نیز مالداری اور پیشہ میں بھی دونوں برابر سمجھے جاتے ہوں تو اس صورت میں آپ مذکورہ لڑکی کے کفوٗ یعنی ہم پلہ ہیں۔ لہٰذا اگر آپ نے مذکورہ لڑکی کے ساتھ نکاح کم از کم دو گواہوں کی موجودگی میں باقاعدہ ایجاب وقبول کے ساتھ کیا تھا تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہو گیا تھا، البتہ لڑکی کیلئے بہتر یہی تھا کہ وہ اپنے اولیاء کی سرپرستی میں نکاح کرتی، کیونکہ حضراتِ فقہاءِ احناف ؒ کے نزدیک لڑکی کا اولیاء کی رضامندی کے بغیر اس طرح خفیہ طور پر نکاح کرنا عُرفاً شرم وحیا کے خلاف ہے، نیز کئی اماموں کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر عورت کا نکاح درست ہی نہیں ہوتا، اس لئے عورت کو اپنے ولی کی سرپرستی میں ہی اپنا نکاح کرنا چاہیئے۔

اور اگر عرف میں میمن قوم کو شیخ قوم سے کم تر سمجھا جاتا ہو اور شیخ قوم کے لوگ اپنی لڑکی میمن قوم کے فرد کو نکاح میں دینا باعثِ عار سمجھتے ہوں یا دونوں کے پیشے اور مالداری برابر نہ ہو بلکہ ایک کے لئے دوسرے سے نکاح عار سمجھا جاتا ہو تو اس صورت میں آپ مذکورہ شیخ لڑکی کے کفوٗ (ہم پلّہ) نہیں یا یہ نکاح کم از کم دو گواہوں کی موجودگی میں باقاعدہ ایجاب وقبول کے ساتھ نہیں ہوا تو یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا، اور لڑکی آزاد ہے، اُس کے اولیاء اُس کی رضامندی سے کسی دوسری جگہ اُس کا نکاح کر سکتے ہیں۔

البتہ جہانتک خلع کا تعلق ہے تو اوپر ذکر کردہ صورتوں میں سے جس صورت میں نکاح منعقد ہو گیا ہے اس صورت میں لڑکی والوں کا آپ کی رضامندی کے بغیر عدالت سے خلع کرنا اور خلع کی ڈگری لینا شرعاً معتبر نہیں، کیونکہ جمہور فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلع کے شرعاً درست ہونے کے لئے شوہر اور بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے، دونوں میں سے کسی ایک فریق کی رضامندی کے بغیر شرعاً خلع درست نہیں ہوتی، اور نہ ہی کسی قاضی یا عدالت کو شرعاً اس کا اختیار ہے کہ وہ زوجین میں سے کسی ایک کی رضامندی کے بغیر خلع کا فیصلہ دے، ہاں کچھ مخصوص حالات مستثنیٰ ہیں، ان میں عدالت اور قاضی کو شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی فسخِ نکاح کا اختیار حاصل ہوتا ہے مگر آپ کی صورتحال میں وہ وجوہ نہیں پائی جاتیں۔ اور اگر اوپر ذکر کردہ تفصیل کی رو سے آپ کا نکاح ہی نہیں ہوا ہو تو اس صورت میں اگرچہ طلاق یا خلع کی ضرورت نہیں ہے مگر قانونی تحفظ کی خاطر کہ نکاح بھی عدالت میں ہوا تھا اس لئے خلع بھی عدالتی طور پر ہو تو ایسا لڑکی والے کر سکتے ہیں۔

دار الافتاء

(جاری ہے)

فی الدرالمختار (٣/٥٦)

(فـنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولى) .... (ويفتى فى غير الكفء بعدم جـوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان) فلا تحل مطلقة ثلاثا نكحت غير كفء بلا رضا ولى بعد معرفته إياه فليحفظ ـ

وفى الشامية (٣/٥٥)

يستحب للمرأة تفويض أمرها إلى وليها كَى لا تنسب إلى الوقاحة ـ

وفى البحرالرائق (٣/١٩٣)

وإنـمـا يـطـالـب الولى بالتزويج كيلا تنسب إلى الوقاحة ولذا كان المستحب فى حقها تفويض الأمر إليه ـ ....واللہ تعالیٰ اعلم

(بندہ محمود الحسن عفی عنہ)

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۲/ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ

8/اکتوبر 2013ء

الجواب صحیح

بندہ محمود اشرف غفر اللہ

۲/۱۲/۱۴۳۴ھ

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۵۴/۱۵۶۶
مورخہ ۲/۱۲/۱۴۳۴ھ
۸/۱۰/۲۰۱۳

مفتی

Scanned by CamScanner